۵۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف تفسیر کرنے کے خطرناک نتائج

(فرمودہ ۲۷۔ جون ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حسبِ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ[1]

فرمایا: مجھے پچھلے دو ہفتوں میں متعدد دوستوں کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ قادیان کے ایک درسِ قرآن کریم میں بعض ایسے معانی بیان کئے گئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعلیم اور سلسلہ کے اس عام دستور کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت قرآن کریم کی تفسیر میں ہم نے عائد اور جاری کیا ہوا ہے خلاف تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ درس دینے والے صاحب نے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو پتھر سے پانی نکالنے کا معجزہ بیان کیا گیا ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ فی الواقع ایک ایسے پتھر سے جس کا زمین سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اسے انہوں نے اُٹھایا ہوا تھا، سونٹا مار کر بارہ چشمے جاری کر دیئے۔

اور وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ کے یہ معنے ہیں کہ طور پہاڑ اُٹھا کر ان کے سروں پر معلّق کر دیا گیا کہ مانو ورنہ ابھی پہاڑ گرا کر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر میرے سامنے اس کے متعلق متعدد گواہیاں پیش نہ ہوتیں تو میں یہی خیال کرتا کہ یہ بات غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن کئی ذرائع سے یہ بات معلوم ہونے کے بعد میں نے پھر بعض سے خود دریافت کیا جن میں سے بعض باہر سے آئے ہوئے مہمان تھے اور بعض قادیان کے علماء سب نے مجھے یہی بتایا کہ یہ بات درست ہے۔ میں نے ایک صاحب سے یہ سوال بھی کیا کہ کیا اُس وقت کوئی شخص نہ بولا کہ ایسے معنی کرنا ہمارے طریقِ تفسیر اور تعلیم کے خلاف ہے۔ انہوں نے جواب میں جو بات کہی وہ اچھی طرح میری سمجھ میں نہ آئی اور خود بیان کرنے والے کو بھی شُبہ تھا کہ شاید اِس طرح یا اور کسی طرح وہ بات ہوئی اس لئے میں اُسے تو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں لیکن بہرحال انہوں نے کہا۔ ایک دوست نے جب کہا کہ یہ معنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمودہ تفسیر کے خلاف ہیں تو درس دینے والے صاحب نے جواباً کہا میں یہاں اپنے معنے بیان کرنے آیا ہوں نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اِس میں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آنے پر اشارتاً بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ بیان کرنے والے دوست کو خود بھی اس کے متعلق شُبہ تھا وہ کہتے تھے اچھی طرح یاد نہیں اس لئے میں اس حصہ کے متعلق تو اگر راوی کو شُبہ نہ بھی ہوتا تو بھی اسے قابلِ تحقیقات سمجھ کر چھوڑ دیتا اور صرف اس حصہ کو لیتا جو یقینی طور پر مختلف گواہیوں کے ذریعہ جو تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں معلوم ہو چکا ہے اگر کسی ایسی آیت کے ایسے معنے اپنے خیال کے مطابق بیان کئے جاتے جو ہمارے سلسلہ کی روایات اور تعلیم پر اثر نہ ڈالنے والے ہوتے تو بھی میں اسے چھوڑ دیتا لیکن بیان کردہ معنوں کا سلسلہ کی روایات سے اتنا تعلق ہے کہ میں انہیں ردّ کئے بغیر چھوڑ نہیں سکتا۔ ایسے معنی کرنے سے وہ اصولؔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عمر پیش کرتے رہے اور وہ کوشش جو اسے منوانے کے لئے ہم پچاس سال سے کر رہے ہیں سب پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس میں شُبہ نہیں کہ اجتہاد اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور اسی سے دنیا ترقی کرتی ہے اور اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ اگر اس طرح ہوتا کہ کوئی شخص تمام دنیا کو اپنے خیالات کے مطابق کر سکتا اور کسی کو خلاف نہ رہنے دیتا۔ اوّل تو یہ بات ناممکن ہے کہ تمام دنیا کی زبانوں اور دلوں پر کُلّیۃً کوئی قابو پالے لیکن اگر ایسا ہو

جائے کہ کوئی شخص تمام دنیا کی زبانوں، دلوں، گفتگوؤں اور عقائد کو اپنے جیسا بنا لے تو لازماً ترقیات رُک جائیں گی۔ اور دنیا بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف جانے لگے گی لیکن اس حقیقت کو جاننے کے باوجود پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے بعض اختلاف فروعات کے متعلق ہوتے ہیں جنہیں نظر انداز کیا جاسکتا ہے لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر تو فروع نظر آتے ہیں لیکن ان کا بُرا اثر جڑ پر پڑتا ہے۔ مثلاً پہاڑ کو اُٹھا کر سروں پر معلّق رکھ دینے کے مسئلہ کو ہی لے لو قطع نظر اِس سے کہ قرآن کریم کا استدلال اسے غلط ثابت کرتا ہے یا تاریخ اسے غلط قرار دیتی ہے اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ قرآن کریم یا تاریخ میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں تو بھی اِن معنوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر ایسے معجزات کو ماننے کا دروازہ کھول دیا جائے تو اِس کے دو خطرناک نتائج نکلیں گے۔

اوّل سلسلہ پر سخت زد پڑے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مولوی ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ جس طرح کے معجزات سابق انبیاء سے ظاہر ہوئے تھے آپ ویسے نہیں دکھا سکتے۔ یہ بھی کوئی معجزہ ہے کہ کسی بیمار کے لئے دعا کی تو وہ اچھا ہوگیا یا یہ کہہ دیا کہ طاعون آئے گی لیکن میرا گھر اس سے محفوظ رہے گا۔ معجزہ تو یہ ہے کہ پہاڑ کو چوٹی سے پکڑ کر اُٹھا لیا اور لوگوں کے سروں پر معلّق کر دیا کہ ماننا ہے تو مانو ورنہ ابھی پہاڑ گرا کر تمہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ اسی طرح یہ کیا معجزہ ہے کہ کسی کے لئے دعا کی اور اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگیا۔ معجزہ یہ ہے کہ مٹھی میں مٹی لی اور زور سے پھینکا تو اس سے چڑیاں چُوں چُوں کرتی ہوئی اڑ گئیں۔ غرض مولوی اعتراض کرتے تھے کہ تم دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا کرتے ہو لیکن معجزات اس قسم کے نہیں دکھاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف یہ بہت بڑا فتنہ تھا اور آپ ساری عمر اس کے دور کرنے میں لگے رہے۔ رات دن آپ کا یہی وعظ تھا کہ ایسا بیان کرنے والے غلطی پر ہیں۔ ہمارے کانوں میں ابھی تک وہ الفاظ گونج رہے ہیں اور وہ لہجہ جو آپ کی گفتگو کا تھا وہ اب بھی ہمارے قلوب کو متحرک کر رہا ہے اور ہمارے چھوٹے اور بڑے جنہیں آپ کی مجالس میں بیٹھنے کا فخر حاصل ہے انہیں یہ باتیں اچھی طرح یاد ہیں۔

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واقعہ میں پہاڑ اُٹھا کر سروں پر معلّق کر دیا گیا تھا یا یہ کہ جیب میں ایک پتھر رکھا تھا جہاں گئے اس پر سونٹا مارا اور جھٹ اس سے چشمے پھوٹ پڑے تو حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات کی اس کے مقابل میں کچھ قدر نہیں رہتی ۔ بے شک یہ صحیح ہے کہ فائدہ کے لحاظ سے آپ کے معجزات پھر بھی بہت بڑھے ہوئے ثابت ہوں گے مگر عام لوگ تو یہی کہیں گے ہم تمہارے فائدہ کو کیا کریں جیسے نمایاں معجزات وہ ہیں ویسے تمہارے نہیں ۔ جو مزا پتھر کو سونٹا مار کر چشمے جاری کر دینے میں آ سکتا ہے وہ یہاں نہیں ۔ اتفاق سے تو ہزاروں گھر ایسے نکل سکتے ہیں کہ جن میں طاعون نہ آئی اور وہ محفوظ رہے مگر اس میں اتفاق کا کوئی دخل نہیں کہ جیب سے پتھر نکالا اور سونٹا مار کر چشمے جاری کر دیئے ۔ یہ تو اتفاقاً ہوسکتا ہے کہ کوئی بیمار دعا سے اچھا ہو جائے لیکن پہاڑ کو اُٹھا کر سر پر رکھ دینے میں کوئی اتفاق کا دخل نہیں ۔ تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ معجزات اگر فی الواقع اسی طرح ظاہر ہوئے ہوتے تو نشان کے لحاظ سے وہ بہت نمایاں ہوتے اور پھر اس صورت میں تو کسی شخص کو انکار کی جرأت ہی نہ ہوسکتی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معجزات پر بحث کرتے ہوئے اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔ چنانچہ آپ نصرت الحق میں فرماتے ہیں ۔

''درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے جیسے چاندنی رات کی روشنی جس کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو مگر وہ شخص جو شب کور ہو جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا اس کے لئے یہ چاندنی کچھ بھی مفید نہیں ۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس دنیا کے معجزات اسی رنگ سے ظاہر ہوں جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا ۔ مثلاً دو تین سَو مُردے زندہ ہو جائیں اور بہشتی پھل ان کے پاس ہوں اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں بھی پاس رکھتے ہوں اور شہر بہ شہر دورہ کریں اور ایک نبی کی سچائی پر جو قوم کے درمیان ہو گواہی دیں اور لوگ ان کو شناخت کرلیں کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے اور اب زندہ ہو گئے ہیں ۔ اور وعظوں اور لیکچروں سے شور مچا دیں کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے ۔ سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے ۔ اور نہ آئندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہوں گے ۔ اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر ہو چکے ہیں وہ محض بے بنیاد قصوں سے فریب خوردہ ہے اور اس کو سنت اللہ کا علم نہیں ۔ اگر ایسے معجزات ظاہر ہوتے تو دنیا دنیا نہ رہتی اور تمام پردے کُھل جاتے اور ایمان لانے کا ایک ذرّہ بھی ثواب باقی نہ رہتا'' ۔[۲]

غرض یہ قصے کہانیاں ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہؤا کہ خدا تعالیٰ نے پہاڑ کو اُٹھا کر لوگوں کے سروں پر رکھ دیا ہو۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر مُردہ کے زندہ کرنے سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ اگر ڈلہوزی کا پہاڑ معہ مکانات اور انگریزوں کے بنگلوں اور تمام دوسرے مکانات اور سامانوں کے اٹھا کر سر پر اس لئے رکھ دیا جا سکتا ہے کہ ابھی مانو وگرنہ گرایا جائے گا تو کیوں مُردہ زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ باتیں قطعی طور پر اسلام اور احمدیت کے خلاف ہیں اور احمدیت کی جڑ پر تبر کا حکم رکھتی ہیں کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ معجزات تو ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن مرزا صاحب نے اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے ان سے انکار کر دیا۔ اور اگر ہم قرآن سے ایسے معنی کریں گے تو دشمن کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ قرآن سے تو ایسے معجزات خود ان کے نزدیک بھی ثابت ہیں مرزا صاحب نے صرف اپنی کمزوری کو چُھپانے کے لئے ان سے انکار کیا۔ پھر جماعت کے بعض لوگ جن کا علم وسیع نہیں سمجھیں گے کہ یہ ٹھیک ہے جو پیغامی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے کیونکہ نبی تو ایسے معجزات دکھاتے ہیں اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں دکھائے۔ کچھ تو اس ابتلاء میں پڑ جائیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہ تھے اور جو نبوت پر یقین رکھتے ہیں ان میں سے کئی آپ کے معجزات کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی شروع کر دیں گے اور آہستہ آہستہ وہ معجزات وہی رنگ اختیار کر لیں گے جو پہلے انبیاء کے معجزوں کو دے دیا گیا ہے اور بوجہ جھوٹ ہونے کے خدا تعالیٰ کے نزدیک لعنت کا باعث بن جائیں گے۔

بعض کمزور طبع لوگ دوسروں سے متأثر ہو کر ایسا کر لیتے ہیں۔ میں جب حج کے لئے گیا تو میرے ساتھ ایک صاحب اور تھے انہوں نے جہاز میں ایک عرب کو تبلیغ شروع کی۔ میں الگ بیٹھا ہوا قادیان خط لکھ رہا تھا۔ اس عرب نے دریافت کیا کیا مرزا صاحب نے کوئی معجزہ بھی دکھایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں بہت معجزے دکھائے ہیں۔ اُس نے کہا کوئی معجزہ بیان کرو۔ اب انہوں نے لیکھرام والا معجزہ بیان کرنا شروع کیا اور ایسی طرح بیان کیا کہ وہ بالکل ایک نئی بات بن گئی۔ انہوں نے کہا ایک شخص بُت پرست تھا اس نے حضرت مرزا صاحب سے مقابلہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ شخص فلاں سال فلاں مہینے فلاں دن اور ٹھیک اتنے بجے قتل کر دیا جائے گا آخر ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے جو اس طرح بیان کرنا شروع کیا تو میں خط لکھنا چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

انہوں نے کہا مقررہ دن ہزار ہا ہندو اس کے مکان کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور تمام دروازوں کو اندر باہر سے تالے لگا دیئے اور چاروں طرف ہزاروں پہرے دار بٹھا دیئے گئے لیکن جب وہ مقررہ وقت آیا تو اس نے یہ لکھنے کیلئے کہ مرزا صاحب صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی ہے کاغذ اور قلم و دوات اٹھائی عین اُس وقت یکا یک چھت پھٹی اور آسمان سے ایک فرشتہ اُترا جس نے آنِ واحد میں اسے کاٹ کر رکھ دیا اس کا یہ کہنا تھا کہ عرب کانپ اٹھا اور اس کے منہ سے بے ساختہ سُبْحَانَ اللّٰہِ نکلا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ خیال کر رہا ہے اگر میں نے اس معجزہ کا انکار کیا تو ابھی دوسرا فرشتہ میرا گلا دبانے کے لئے آسمان سے اتر رہا ہوگا تو ان باتوں کا یہی نتیجہ ہوگا۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ یہ تفسیر کا معمولی اختلاف ہے لیکن یہ معمولی نہیں بلکہ ایسا اختلاف ہے جو ہمارا ستیاناس کر دے گا اور ساتھ ہی دوسرے کا بھی۔ ایک طرف تو مخالفوں کے سامنے ہماری آنکھیں نیچی ہوں گی کہ جس مأمور کو ہم نے مانا اس کے معجزات دوسروں سے کم درجہ کے ہیں اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات میں تھوڑا تھوڑا مبالغہ شروع ہو جائے گا۔ جس طرح کا ایک واقعہ میں نے ابھی سنایا ہے۔ جب اُس شخص نے یہ بات کہی تو میں نے اسے پکڑا اور اُردو میں کہا تم نے غلط بیانی کی ہے۔ میں اِس عرب کو بتاتا ہوں کہ تم نے کس قدر غلط بیانی کی ہے وہ ہاتھ جوڑنے لگا کہ مجھے شرمندہ نہ کرو لیکن میں نے اس عرب کو بتا دیا کہ انہیں غلطی لگ گئی ہے اصل واقعہ اِس طرح ہوا تھا۔ اگر اِس مبالغہ کی اصلاح نہ کی جاتی تو یہ اور آگے بڑھتا۔ اگر وہ عرب احمدی ہو جاتا یا یونہی کسی اور سے اسے بیان کرتا تو آہستہ آہستہ یہ واقعہ اس طرح مشہور ہو جاتا کہ اسے مارنے کے لئے زمین سے بھی فرشتے نکل آئے اور آسمان سے بھی اور دیواروں سے بھی۔ ایسے مبالغے اس طرح بڑھنے شروع ہوتے ہیں جس کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔ ایک صاحب یہاں آئے اُنہیں اِنہی صاحب نے جن کے درس کے متعلق میں یہ بیان کر رہا ہوں تبلیغ شروع کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سُنائے۔ تو وہ بولے یہ کیا معجزے ہیں معجزہ تو یہ ہے کہ مکہ میں تربوز ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہاں ریت ہی ریت ہے جس میں تربوز پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ (انہیں اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ تربوز دراصل ہوتا ہی ریتلی زمین میں ہے) وہاں ان کے پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مکہ کے لوگ اپنے گدھے ساتھ لیکر طائف آتے ہیں اور یہاں سے کنکر بھر کر لے جاتے ہیں اور وہاں جا کر جب انہیں کھولتے ہیں تو تربوز نکل آتے ہیں۔

تو یہ طریق تفسیر کا اختلاف نہیں بلکہ سلسلہ کی روح سے اختلاف ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ جماعت کے کمزور طبع لوگ ایک نیا مذہب بنالیں خصوصاً عورتیں۔ رسول کریم ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا۔ رُفِعَ لَنَا الصَّخْرَةُ ۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ آپ چلتے چلتے پہاڑی کے نیچے پہنچ گئے۔ لیکن اگر اس کے معنے یہ کئے جائیں کہ پہاڑی کو چوٹی سے پکڑ کر سر پر رکھ دیا گیا تو کمزور طبع مرد اور عورتیں یہی سمجھیں گی۔ انہیں کہاں معلوم ہوتا ہے کہ محاورہ عرب میں اس کے معنی کیا ہیں اور سنت اللہ کیا ہے۔ اگر ایسی باتوں کو رواج دے دیا گیا تو جاہل لوگ ایسا ہی سمجھنے لگ جائیں گے کیونکہ قرآن کی مختلف آیات کا آپس میں تعلق، سنتِ الٰہی، مختلف تفاسیر اور عربی محاورات کو یاد رکھنا ان کے لئے اتنا آسان نہیں جتنا اس قسم کی بات کہ پہاڑ کو اُٹھایا اور سر پر رکھ دیا لیکن اس کا نتیجہ سخت خطرناک ہوگا۔

پھر ان معانی کو قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ[3] اب کوئی شخص یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ اتنا بڑا نشان دیکھ کر بھی انکار کیا جاسکتا ہے۔ سورج کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ معجزات میں ایک مخفی پہلو ہوتا ہے جسے بعض اتفاق کہہ دیتے ہیں اور اس طرح انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر طُور اُٹھ کر سر پر آجائے تو اسے اتفاق نہیں کہا جاسکتا کوئی بے وقوف سے بے وقوف بھی اسے اتفاق نہیں کہے گا۔ کنکر مٹھی میں لیکر پھینکنے پر آندھی آجانے کو تو بہانہ جو طبائع اتفاق کہہ سکتی ہیں اور شُبہ پیدا کرسکتی ہیں کہ ممکن ہے پہلے ہی آندھی آرہی ہو۔ لیکن پہاڑ کو اُٹھا کر رکھ دینے میں شُبہ کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے ایسی حالت میں تو کوئی شخص انکار کر ہی نہیں سکتا۔ سب کے سب مان جائیں گے۔ لیکن یہ ایمان کوئی ایمان نہیں ایمان وہی ہوتا ہے جو غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ مؤمن کا ایمان غیب سے اوپر نہیں ہوتا۔ ایمان بِالشُّهُوْد صدیق اور شہید کے مقام پر پہنچ کر حاصل ہوتا ہے اِس مقام سے نیچے ایمان بالغیب ہی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے تو بعض منافق بلکہ کافر بھی تھے ان کے لئے تو یہ نشان بالکل ہی عجیب تھا۔ لیکن قرآن میں اُن کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معنے بالکل غلط ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا[4] یعنی جب ہم نے ان سے عہد لیا کہ اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے مضبوطی سے پکڑو تو انہوں نے کہا ہم نے اسے سن تو لیا ہے مگر مانیں گے نہیں۔ اب کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرسکتا کہ طُور پہاڑ سر پر معلّق ہو اور اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہو کہ

مان جاؤ وگرنہ ابھی تم پر یہ پہاڑ گرا دیا جائے گا مگر وہ کہہ سکتے ہوں کہ ہم نہیں مانیں گے۔ ان کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے پر انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کرلی تھی لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہیں دیکھ کر ان کی جان نکلی جا رہی تھی۔ ان میں یہ ہمت کہاں تھی کہ سر پر پہاڑ گرتا دیکھ کر کہہ سکیں ہم نہیں مانتے۔ یہ ان معنوں کے غلط ہونے کے لئے قرآن کریم کی شہادت ہے۔ دوسری شہادت بائیبل کی ہے اور وہ یہ کہ بائیبل میں صرف یہ ذکر ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوئے[5] بائیبل کا معجزات بیان کرنے میں یہ حال ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ نے کسی کو ایک روٹی دی ہو تو وہ روٹیوں کا پہاڑ بیان کرتی ہے۔ اگر ایک بیمار کو اچھا کیا ہو تو وہ بتائے گی کہ ایک قبرستان کے تمام مُردوں کو زندہ کر دیا۔ پس ایسی کتاب جو چوہیا کا ہاتھی بیان کرنے کی عادی ہے کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ اتنے بڑے معجزہ کو چھوڑ جاتی۔ بائیبل میں مبالغات بہت ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے متعلق وَهُمْ اُلُوْفٌ[6] آتا ہے لیکن وہ لاکھوں بیان کرتی ہے۔ پھر کئی سَو سال سے کم عمر کسی نبی کی بیان نہیں کرتی۔ اگر تو یہ بات قرآن کریم میں چھوٹی ہوتی اور بائیبل میں بڑی تو کہا جا سکتا تھا کہ قرآن کریم نے اصل واقعہ بیان کیا ہے اور بائیبل نے مبالغہ سے کام لیا ہے لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم مان لیں کہ قرآن کریم میں زیادہ بڑھا کر بیان کیا گیا مگر بائیبل نے کم بیان کیا۔ اس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر حضرت موسیٰ کے نشان کے طور پر خدا تعالیٰ ایک معمولی سی چٹان اُٹھا کر لوگوں کے سر پر رکھ دیتا تو بائیبل ہمیں بتاتی کہ ہمالیہ اُٹھا کر رکھ دیا گیا تھا مگر وہاں صرف یہ بیان ہے کہ وہ لوگ گئے اور پہاڑ کے دامن میں جا کھڑے ہوئے پھر زلزلہ آیا اور پہاڑ ہل گیا۔ بائیبل میں تو صرف یہی ذکر ہے۔ ہاں جس طرح مسلمانوں میں عجیب وغریب باتیں حدیثوں کے نام سے مشہور ہیں اسی طرح ان کے ہاں بھی ایسی روایات ہیں مگر وہ یروشلم کی تباہی بلکہ حضرت سلیمانؑ کی بعثت کے بھی بعد بنائی گئی ہیں۔ ایسی روایات میں سے ایک میں اس قسم کا ذکر ہے لیکن توریت میں قطعاً نہیں۔ پس توریت میں مبالغہ تو ہم تسلیم کر سکتے ہیں لیکن مقاصرہ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تاریخی طور پر بھی یہ معنی غلط ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض لوگ قرآن کریم سے استنباط کرتے ہیں کہ وہ مُردے زندہ کیا کرتے تھے لیکن وہی الفاظ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کے متعلق بھی موجود ہیں مگر وہاں وہ معنے نہیں کرتے اسی طرح رفع

کا لفظ ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ ہم نے مدینہ کے مکانوں کی نسبت حکم دیا تھا کہ وہ اُٹھائے جائیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ معلق ہو گئے تھے حالانکہ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ [۷] کے الفاظ صاف موجود ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے طُور تو اُٹھایا جائے لیکن مدینہ کے مکانوں کے متعلق یہ معنے نہ کئے جائیں۔ بات یہ ہے کہ رفع کے معنے ضروری طور پر اوپر اٹھانا ہی نہیں بلکہ یہ محاورہ ہے جو پاس ہی اونچی چیز نظر آنے کیلئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ جب انسان دور ہو تو چیز نیچی نظر آتی ہے لیکن قریب پہنچنے پر اونچی دکھائی دیتی ہے۔ پس یہ عربی کا محاورہ ہے جس کے معنے اونچی چیز کے نیچے جانے کے ہیں اور قرآن کریم اور بخاری میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

اس قسم کی باتیں رخنہ ڈالنے والی ہوتی ہیں۔ اور اس تعلیم اور روح کے سراسر خلاف ہیں جس کے ذریعہ سے ہم نے باطل کا سر کُچلنا ہے۔ اس لئے یہ قطعاً برداشت نہیں کی جاسکتیں کہ ایسی باتیں جماعت کے اندر داخل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ روح کو مٹا دیا جائے۔ بھلا سوچو تو سہی طُور سر پر رکھ دینے کا واقعہ بیان کرنے سے کسی کے ایمان میں کیا اضافہ ہوسکتا ہے۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے سینکڑوں ہزاروں آدمی ایسے موجود ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا۔ پُرانے واقعات خواہ کیسے ہوں تازہ الہام کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واقعی پہاڑ اُٹھا کر رکھ دیا گیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ ہندوؤں کی ان باتوں کا انکار کیا جائے جو وہ اپنے بزرگوں کی کرامات کے طور پر بیان کیا کرتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ جب ہم قرآن کریم کی رو سے مانتے ہیں کہ ان کے ہاں بھی انبیاء گزرے ہیں۔ ان کے ہاں مشہور ہے کہ نیل کنٹھ جو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اسے بھوک لگی تو اس کی ماں نے اسے کہا جا کر پیٹ بھر آ لیکن کسی برہمن کو نہ کھانا۔ وہ گیا راستہ میں اسے جانوروں کا ایک بہت بڑا گلہ نظر آیا اسے وہ چٹ کر گیا۔ پھر ایک گاؤں میں برات آئی ہوئی تھی۔ سب براتیوں کو کھا گیا۔ پھر پیاس لگی تو ایک دریا پی لیا باوجود اس کے اسے شکایت ہی رہی کہ پیٹ نہیں بھرا۔ اب پہاڑ سر پر رکھ دینے کو صحیح مانا جائے تو اس کے انکار کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جیسے معجزے دکھاتا ہے ان کی مثال زندہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ اپنا کلام اس لئے نازل کرتا ہے تا لوگ انکار نہ کردیں۔ مثلاً کوئی کہے کہ موسیٰ کے عصا کا نشان اب کہاں ہے؟ تو اسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ نشان یہی تھا نا کہ سونٹے کا سانپ بن گیا

مگر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بغیر سونٹے کے سانپ دکھایا۔ آتھم نے خود کہا کہ مرزا صاحب نے میرے لئے سانپ چھوڑ رکھے ہیں گویا منکر اقرار کرتا ہے۔ غرض سابقہ انبیاء کا کوئی ایسا معجزہ نہیں جسے خدا تعالیٰ نے اِس زمانہ میں نہ دکھایا ہو۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ[5] تھے۔ اس لئے تمام انبیاء کے معجزات بھی آپ کی ذات میں خدا تعالیٰ نے دکھائے۔ ہماری جماعت کے جن لوگوں نے اس بارے میں غور نہیں کیا وہ جھوٹی حکایتوں کی طرف جاتے ہیں۔ یہ حکایتیں محض ایک باطل چیز ہیں جنہیں جس قدر جلد کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دیا جائے اچھا ہوگا چہ جائیکہ انہیں آسمانی کتاب میں داخل کیا جائے۔ اگر ان باتوں کی کوئی حقیقت ہوتی تو یقیناً رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایسے معجزات دکھلاتے۔ کوئی شخص کسی نبی کا کوئی ایسا معجزہ بتائے جو رسول کریم ﷺ کی زندگی میں نہ ملتا ہو۔ جس طرح ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی ایسی سچی تعلیم جس پر آج عمل ضروری ہے خواہ وہ کسی کتاب میں ہو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی طرح ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی معجزہ ایسا نہیں خواہ وہ کسی نبی نے دکھایا ہو جو رسول کریم ﷺ کی زندگی میں نہ ملتا ہو۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے ظل اور تابع تھے۔ اس لئے ہر وہ معجزہ جو کسی نبی نے دکھایا وہ آپ نے بھی دکھایا۔ اس موقع پر میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں لاہور کے ایک ہندو کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتابیں بھیجا کرتے تھے۔ اس سے احمدیوں نے پوچھا کہ تمہیں کتابیں کیوں بھیجتے ہیں اس نے بتایا مجھے آپ سے بہت عقیدت ہے جس کی بناء ایک واقعہ پر ہے۔ مَیں علمِ مسمریزم کا بڑا ماہر ہوں میں اگر کسی پر عمل کروں تو وہ ایسا زیر اثر ہو جاتا ہے کہ میں جو چاہوں اس سے کام کراؤں۔ مجھے ایک برات کے ساتھ قادیان کے قریب ایک گاؤں میں جانا پڑا۔ شرارت جو سوجھی تو میں نے خیال کیا قادیان جا کر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی چاہئے تاکہ وہ مریدوں کے سامنے ہی ایسی حرکات شروع کر دیں جن سے ان کی خفت ہو۔ اس نے مسجد مبارک کا نقشہ بیان کیا اور بتایا کہ جب میں گیا مرزا صاحب شہ نشین پر بیٹھے تھے۔ میں نے ذرا پیچھے بیٹھ کر توجہ شروع کی مگر ایسا معلوم ہوا کہ وہ بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔ پھر میں نے اور زیادہ توجہ کی مگر کوئی اثر نہ ہوا آخر میں نے سارا زور لگانا شروع کیا اور سمجھا کہ اب ضرور میں آپ کو زیر کر لوں گا لیکن عین اُس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ آپ کے دائیں بائیں دو شیر ہیں جو مجھ پر حملہ

کرنے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں ایسا گھبرایا کہ مجھے یہ بھی خیال نہ رہا کہ یہاں شیر کہاں آ سکتے ہیں اور فوراً اُٹھ کر بھاگا حتّٰی کہ جُوتیاں بھی نہ پہن سکا اور ہاتھ میں ہی لے کر بھاگ نکلا۔ میرے جانے کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا تو آپ نے کہا کون یہاں سے اٹھ کر گیا ہے اُسے بلاؤ۔ چنانچہ دو تین آدمی میرے پیچھے مجھے لینے کے لئے آئے لیکن میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ اِس وقت میرے حواس بجا نہیں پھر کبھی حاضر ہوں گا اور فوراً چلا آیا۔ وہ شخص اکاؤنٹنٹ تھا۔ لاہور جا کر اس نے یہ سارا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود لکھا۔ اور ساتھ لکھا مجھے یقین ہو گیا ہے آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں مَیں اگرچہ ہندو ہوں لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار مانتا ہوں آپ اپنی تصانیف مجھے عنایت کیا کریں۔

غور کرو یہ سونٹے کے سانپ بن جانے سے کہیں بڑھ کر معجزہ ہے یا نہیں۔ پس ہمارے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تعلیم کے مغز کو حاصل کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی ہے۔ اور اس تعلیم کی روشنی میں قرآن کریم کو پڑھیں۔ لیکن اگر ایسے ہی معنے شروع کر دیں جیسے اس درس میں کئے گئے تو ممکن ہے بعض لوگوں کو ایک حد تک خوش کر سکیں لیکن اُس مینار کی بنیادوں کو جو خدا نے اس زمانہ میں کھڑا کیا ہے متزلزل کر دینے والے ہوں گے۔ ہر احمدی کو چاہئے کہ اس اصل کو نہ چھوڑے جو خدا کے مأمور نے قائم کیا ہے۔ ایک نوجوان مولوی جو دہلی میں پڑھتے تھے اور شاید دیوبند میں بھی پڑھتے رہے ہیں وہ یہاں مدتوں تحقیقات کے لئے آتے رہے اور پھر احمدی ہو گئے۔ پچھلے دنوں جب میری وفات کی خبر مشہور ہوئی تو یہاں آئے۔ غالبًا مولوی ثناء اللہ صاحب یا کسی اور مولوی نے ان سے دریافت کیا تم کیا دیکھ کر احمدی ہوئے ہو۔ وہ سناتے تھے میں نے کہا تم لوگ ساری عمر علم حاصل کرنے میں گزار دیتے ہو مگر قرآن کریم اور حدیث کو نہیں سمجھ سکتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک احمدیہ سکول قائم کیا جس کا ایک چھٹی جماعت کا لڑکا تمہارا ناطقہ بند کر سکتا ہے۔ یہ علم احمدیوں کے بچوں تک کو کہاں سے حاصل ہو جاتا ہے یہ حضرت مسیح موعود کے طفیل ہی ہے۔ پس چاہئے کہ ہم اس رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کریں اور خود نئے راستے نہ نکالیں۔ راستہ وہی درست ہوتا ہے جو مأمور من اللہ بتاتے ہیں اور وہی اِس بات کے اہل ہوتے ہیں اور کسی کا یہ حق نہیں۔ پنجابی میں ایک مثل ہے کہ ''گھروں مَیں آواں تے سنہے توں دیویں'' یعنی گھر سے تو میں آ رہا ہوں اور گھر کے پیغامات تم

دے رہے ہو۔ وہ لوگ خدا کے پاس سے آتے ہیں۔ اب اگر ہم ایک مأمور کی تعلیم کی پرواہ نہ کریں اور بیان کرنے لگ جائیں کہ معجزے ایسے ہونے چاہئیں تو یہی مَثَل ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تمہاری حدیثوں کی میرے قول[8] کے مقابل میں کیا حقیقت ہے۔ مسیح موعود اگر ہزار احادیث کو بھی غلط قرار دے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ وہ خدا سے نور حاصل کرتا ہے اور احادیث انسانی روایات ہیں۔ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی اور بعض دیگر اولیاء اللہ نے کئی احادیث سے انکار کر دیا اور کئی خود بیان کر دی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں یہ حدیث ہے پھر آگے چل کر لکھ دیتے ہیں مَیں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور آپ نے خود یہ حدیث مجھ سے بیان کی اور یہ جھوٹ نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کا علم ہی سچا علم ہے۔ زید اور بکر تو جھوٹ بول سکتے ہیں لیکن خدا نہیں بول سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے کچھ پوشیدہ نہیں سچ وہی ہے جو خدا سناتا ہے۔ اولیاء اللہ کو کشف میں جو کچھ دکھایا جاتا ہے وہ اسے دھڑلے سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ سے نور حاصل کرتے تھے۔ اور جب دنیا مأمور کے راستہ کو چھوڑ دیتی ہے۔ تو پھر نیا مأمور آتا ہے۔ اس میں شُبہ نہیں کہ مأمور سے بڑھ کر کوئی رحمت نہیں لیکن مأمور کے آنے کی ضرورت پیدا کرنے سے زیادہ کوئی زحمت بھی نہیں۔ مأمور اُسی وقت آتے ہیں جب گمراہی پھیل جاتی ہے۔ مأمور کا آنا سب سے بڑی رحمت ہے لیکن اس کو لانا سب سے بڑی زحمت ہے پس برکت کا طریق یہی ہے جو خدا تعالیٰ نے قائم کیا۔ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود کو جو پہلے صحابیوں میں سے تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے فتویٰ دینے سے روک دیا تھا کہ آپ غلطی کر جاتے ہیں۔[9] اسی لحاظ سے یہ پسندیدہ سمجھا گیا ہے کہ یہاں درس وغیرہ اجازت کے ماتحت ہوتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ غلطی ہو جائے۔ یہاں ایسی تعلیم کے پھیلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے جو سلسلہ کی روح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ تعلیم کے مطابق ہو۔ دل میں کوئی شخص جو چاہے معنی کرے مگر ایسے رنگ میں ان کا اظہار نہ کرے کہ سمجھا جائے یہ جماعت کا خیال ہے۔ یہاں ایسے لوگ بھی آتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب نہیں پڑھیں اور ایسی باتوں سے ان کا دھوکا کھا جانا ممکن ہے۔ فرض کرلو کہ واقعی پہاڑ سر پر رکھ دیا گیا تھا لیکن اگر اس کا اظہار نہ کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ مگر اس کے بیان کرنے سے چونکہ جماعت کے اندر تفرقہ اور شِقاق پیدا ہونے کا احتمال ہے اس لئے یہ

بہت خطرناک ہے۔ مجھے بعض دوستوں نے کانگریس کے متعلق سوالات لکھ کر بھیجے ہیں پچھلے دو جمعوں میں تو مَیں بوجہ بیماری آ ہی نہیں سکا اور آج اس امر کی طرف توجہ دلانا ضروری تھا اس لئے اگر ممکن ہوا تو آئندہ جمعہ میں یا پھر تحریراً ان کا جواب دوں گا۔

(الفضل ۳۔ جولائی ۱۹۳۰ء)

---

۱ البقرۃ: ۶۳ تا ۶۵

۲ نصرت الحق صفحہ ۳۳ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۴۳

۳ البقرۃ: ۶۵ ۴ البقرۃ: ۹۴

۵ خروج باب ۱۹ آیت ۱۷ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء

۶ البقرۃ: ۲۴۴ ۷ النور: ۳۷

۸ تذکرہ صفحہ ۲۷۵۔ ایڈیشن چہارم

۹ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مؤلفہ سید ولی اللہ شاہ محدث دہلوی۔ مقصد اوّل صفحہ ۱۳۰، ناشر سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء